مولانا عبدالرحمٰن عزیز اللہ آبادی

تصریحات

مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج
کتاب وسنت کی روشنی میں

علمائے کرام کے لیے لمحۂ فکریہ :

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پیشتر دُنیا کفر وشرک، ضلالت وجہالت اور جنگ وجدال کی تاریکیوں میں گھری ہوتی تھی، عیاشی فحاشی اور عریانی کا بازار گرم تھا، دُنیا کے کسی گوشہ میں ہدایت کی کوئی کرن باقی نہ تھی اور بالخصوص عربوں کی حالت ایسی ناگفتہ بہ تھی کہ شیطان بھی ان کے اعمالِ بد وخصائلِ بد کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھا۔ کوئی ایسی برائی نہ تھی جس میں عرب ملوّث نہ ہوں مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم نے عربوں کی حالت کا نقشہ نہایت دردناک الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ ؎

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا کواکب پرستی کا چرچا کہیں تھا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کے راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی!

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ، نہ قانون کا تھا کوئی تازیانہ
وُہ تھے قتل وغارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح ان پہ گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پہ تھیں بدیاں!

اور پھر اچانک ہی وادی بطحاء کی فلک بوس چٹانوں سے رشد و ہدایت کا آفتاب نمودار ہوا جس نے دُنیا کے ہر گوشے کو اپنی ضیاء سے منور فرمایا اور تئیس سال کی قلیل مدت میں بنی نوعِ انسان کو ترقی کی اس شاہراہ پر پہنچایا کہ تاریخِ عالم ایسی تمثیل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رشد و ہدایت، صلاح و فلاح کی وُہ شمع اپنے جان نثاروں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں وُہ عروج و اقبال اور ترقی پر گامزن رہے اور ان کے بالمقابل آنے والی ہر قوت پاش پاش ہو کر رہ گئی، قیصر و کسریٰ جیسی اقالیم کو بھی اسلامی پرچم کے سامنے سرنگوں ہوتے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور دُنیا کی کوئی طاقت ان جانثاروں کے عزم و استقلال اور پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

ہماری موجودہ حالت:

کتب تاریخ و سیر کی ورق گردانی سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان مسلمانوں کی زندگی میں عزت و عظمت، جاہ و حشمت، رعب و دبدبہ اور شان و شوکت ہمیشہ قدم بوسی کے لیے کمربستہ رہے کیونکہ انہوں نے ہادیٔ برحق حضرت محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ہر قول و فعل کو اپنی زندگی کا ضابطۂ حیات تصور کیا جس کی بدولت آسمانی افواج اور تنزیل ملائکہ کے شرف سے معمور ہوئے اور ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کے اعزاز کے حصول کے بعد رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی صفِ اول میں قیام پذیر ہوئے۔ اس کے برعکس اگر ہم اپنے موجودہ حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم انتہائی کمزوری میں غرق، ذلت و افلاس میں مبتلا، قوت و دولت اور شان و شوکت سے بعید، باہمی اخوت و محبت اور الفت سے تہی دامن، اخلاق و اطوار اور کردار و افعال سے کوسوں دُور ہیں۔ ہماری زبوں حالی پر اغیار کے مسرت آمیز نعرے گونج رہے ہیں اور ہم سرنگوں ہوئے بالکل خاموش ہیں۔ ہماری نئی پود جو تہذیب نو کی دلدادہ ہے وُہ اسلام کے مقدس اصولوں پر نقاد اور مستہزی ہے اور شریعت مقدسہ کو ناقابل عمل گردان کر ممالکِ غیر کی مقلد بنی ہوئی ہے۔ تعجب ہے کہ تمام دنیا کو سیراب کرنے والی

قوم آج خود کیوں تشنہ ہے؟ پوری دنیا کو صراطِ مستقیم دکھانے والی قوم آج خود کیوں گمراہ ہے؟ اگر بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو جیسی حالت آفتابِ نبوت کے نمودار ہونے سے قبل تھی اب بھی تقریباً ویسی ہی ہو چکی ہے اور ممکن ہے مستقبل زمانۂ حال سے بڑھ کر پرفتن ہو۔ اگر ہماری خاموشی، بے عملی اور بدعملی کا یہی عالم رہا تو ہم ضلالت و گمراہی کے اتھاہ سمندر میں جا گریں گے جس سے خروج کے تمام راستے ہمارے لیے مسدود ہوں گے اور ہماری آہ و فغاں اس وقت بیکار ثابت ہوگی، اس وقت ہمارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ اللّٰھم احفظنا منہا آمین۔

ہماری پستی کا سبب:

فکر و نظر کے یہ دھوکے اور فریب سعی و عمل کی یہ ضلالت و گمراہیاں، افعال و کردار کی یہ جانکاہیاں ہرگز درپیش نہ ہوتیں، اگر مسلمانوں کے پیشِ نظر کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور سیرتِ اسلاف کی روشن قندیلیں ہوتیں حقیقت یہ ہے کہ خالقِ ارض و سما کی توحید سے انحراف، پیغمبر آخر الزمانؐ کی رسالت سے انکار اور سیرتِ اسلاف سے بے پرواہی ہماری پستی، تنزلی اور انحطاط کا سبب ہے۔ درآنحالیکہ ہمارے اسلاف نے موت کو سامنے دیکھ کر بھی حق گوئی سے انحراف نہیں کیا، جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد گردانا۔ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیم الجوزی، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ، شیخ الکل میاں سید نذیر حسینؒ۔ علاوہ ازیں ماضی قریب کے اسلاف کی سیرتوں کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے حق گوئی کے صلہ میں کیا اعزاز پایا؟ ہر قسم کے امتحان و ابتلاء میں یہ لوگ پورے اترے، قید و بند کی صعوبتیں ان کا سرمایۂ حیات بنیں۔ علامہ اقبالؒ نے انہی لوگوں کے حق میں فرمایا تھا ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دوسرا شاعر یوں گویا ہے کہ:

صداقت کے بیاں کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خود دار کا پر جھک نہیں سکتا!

اور ایک فارسی شاعر نے اپنے مافی الضمیر کو (انہی بزرگوں کے حق میں) یوں ادا کیا

ہے سے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را !

اللہ کریم ان کی جملہ مساعی کو قبول فرمائے!

اللہ کریم کا وعدہ اور آخرت :

اگر ہم توحید و رسالت اور سیرتِ اسلاف پیش نظر رکھتے تو یقیناً ہماری حالت یہ نہ ہوتی کیونکہ اللہ کریم کا وعدہ ہے :

"وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض" (النور)

"اللہ کریم نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ایمانداروں اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو رُوئے زمین کا خلیفہ بنائے گا"

دوسرے مقام پر فرمایا کہ اگر تم ایماندار رہے تو ضرور غالب آؤ گے!"

"وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" (آل عمران)

ایک مقام پر نصرت و امداد کا وعدہ بھی فرمایا :

"وکان حقا علینا نصر المؤمنین!"

ان آیات سے اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کی عزت و حشمت، جاہ و جلال، سرفرازی اور برتری، صفتِ ایمان کے ساتھ متصف ہے۔ اگر اس میں کچھ افراط و تفریط ہوئی تو "ان الانسان لفی خسر" کے تحت خسارا ہی خسارا ہے۔ بنا بریں رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا تھا کہ :

"سیأتی علی الناس زمان لا یبقٰی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقٰی من القراٰن الا رسمہ" (الحدیث)

"عنقریب ایسا پر فتن دور آئے گا کہ اسلام برائے نام اور قرآن کے صرف نقوش باقی رہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

فتنوں کی نشاندہی : خوابِ غفلت کی آغوش میں لطف اندوز ہونے والے مسلمانو! خدارا

اس غفلت کو چھوڑ دو اور بیدار ہو جاؤ۔ آج الحاد پرستی، دہریت، انکارِ رسالت، انکارِ آخرت، عیسائیت، بہائیت، قادیانیت، سبائیت، یہودیت، اشتراکیت جیسے (خدا جانے کون کون سے) فتنے بیدار ہو چکے ہیں جو علمائے دین کے لیے ایک کھلا چیلنج ہیں۔ ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے ہر مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جملہ وسائل کو بروئے کار لائے اور ان طوفانوں کے سامنے سدِ سکندری بن کر گلشنِ اسلام کا محافظ ثابت ہو ورنہ اس غفلت اور کوتاہی کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے ؎

تُو اب بھی اے عندلیبِ مسلم خوشی کے نغمے الاپتا ہے
گلوں پہ کانٹوں کی سلطنت ہے نظامِ گلشن بدل رہا ہے
سنبھل سنبھل دیکھ دب نہ جائیں صدائے ناقوس سے اذانیں،
جو کفر کل تک گریز پا تھا آج مونگ چھاتی پہ دل رہا ہے
دماغ حساس پہ اب بھی ہے تیرے تنخ لبستگی کا عالم،
اے مسلمان تری غیرت کا جنازہ ترے گھر سے نکل رہا ہے
ہر وقت ہے اب بھی غور کر لے کتابِ اعمالِ زندگی کا،
کہ سوزِ ایماں کا دھیماں دھیماں سینے میں جل رہا ہے!

فریضۂ تبلیغ:

مسلمانو! ان دشمنانِ اسلام کے تخریبی ہتھکنڈوں سے نجات پانے کے لیے آج تمہیں اتحاد و اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ ہر خوابیدہ مسلم کو جگا دو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر صلاح و فلاح کی شمع اس کے ہاتھ میں دے دو تاکہ وہ اسی شمع کی ضیاء سے روشنی حاصل کرے اور دوسرے بھی استفادہ کر سکیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے کہ:

"ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین" (حٰمٓ السجدۃ)

یعنی داعی الی اللہ اور اعمالِ صالحہ کرنے والا مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا سے بہتر ہے۔

ایک مقام پر خیر الامم کا خطاب یوں عطا فرمایا:

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ؛" (ال عمران)

اس آیت میں خیر الامم ہونے کی وجہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بیان فرمائی ہے، دوسرے مقام پر حصر کے ساتھ بیان فرمایا کہ فلاح صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دیتے ہیں، فرمایا:

"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون" (ال عمران)

اس قسم کی بیسیوں آیات اس پر دال ہیں کہ تبلیغ دین ایک اہم فریضہ ہے جس کا بجالانا طوعاً وکرہاً ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس میں کوتاہی اور سستی ہلاکت کا سبب اور روگردانی کا موجب ہے!

اللہ کی لعنت کن لوگوں پر ہے ؟

آئیے اب قرآن کریم (جو ہدایت کا سرچشمہ ہے) کی رُو سے ملعون لوگوں کا حال سماعت فرمائیے:

"لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون" (المائدہ)

اس آیت کی تفسیر خود شارع علیہ السلام نے بیان فرمائی، جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود الثقفی رضؓ امت محمدیہؐ کے سامنے بیان فرماتے ہیں کہ: امام اعظم امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان من کان قبلکم کان اذا عمل العامل فیھم بالخطیئۃ وجاءہ الناھی تعذیرا فقال یا ھذا اتق اللہ فاذا کان من الغد جالسہ واٰکلہ وشاربہ کان لم یرہ علی خطیئۃ بالامس فلما رای عزوجل ذلک منھم ضرب بقلوب بعضھم علی بعض علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون والذی نفس محمد بیدہ لتامرن بالمعروف وتنھون عن المنکر

ولتاخذن علی السفیه ولتأطرن علی الحق اطرا. او لیضربن الله بقلوب بعضکم علی بعض ثم یلعنکم کما لعناهم۔"

"تم سے پہلے اگر کوئی شخص گناہ کرتا تو روکنے والا اس کو ڈراتا دھمکاتا، پھر دوسرے ہی دن روکنے والے کی نشست و برخاست، اکل و شرب اور دیگر مجالست اس کے ساتھ ہوتی گویا کہ کل اس کو گناہ کرتے دیکھا ہی نہیں، جب اللہ کریم نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو اُن کے دلوں کو غلط ملط کر کے حضرت داؤدؑ اور عیسٰیؑ بن مریم کی زبانی ان پر لعنت فرمائی کیونکہ وُہ عصیاں کے مرتکب اور حدود اللہ سے تجاوز کرتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو اور بیوقوف کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حق پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالے تمہارے دلوں کو بھی غلط ملط کر دے گا پھر جیسے پہلوں پر لعنت ہوتی ایسے ہی تم پر بھی لعنت ہوگی!" اعاذنا اللہ منہ!

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ،

"دخل علیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعرفت فی وجہہ ان قد حضرت شیء فتوضأ وما کلم احدا فلصقت بالحجرۃ لاسمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وقال،

"یایھا الناس ان اللہ یقول لکم مروا بالمعروف ونھوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب لکم وتسألونی فلا اعطیکم وتنصرونی فلا انصرکم فما زاد علیھن حتی نزل" (ابن ماجہ)

"حضور علیہ الصلاۃ والسلام میرے پاس تشریف لائے اور میں نے چہرۂ اقدس کو دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے۔ آپؐ نے وضو کیا اور کچھ

لے بغیر مسجد میں تشریف لے گئے، میں جلدی حجرہ کے ساتھ چمٹ گئی تاکہ آپؐ کے ارشادِ عالیہ کو سنوں۔ آپؐ منبر پر جلوہ گر ہوئے، حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! اللہ کریم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو، ممکن ہے کہ تم پر وُہ وقت بھی آجائے کہ تم مجھ سے دُعاء مانگو اور میں قبول نہ کروں، تم سوال کرو اور میں پُورا نہ کروں۔ تم مجھ سے امداد کی درخواست کرو اور میں مسترد کر دوں اور صرف اتنا ارشاد فرمایا اور منبر سے اُتر آئے۔"

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب امتِ محمدیہ اس اہم فریضہ سے تساہل اور تغافل کرے گی تو سخت مصائب و آلام میں مبتلا ہو جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت سے بھی محروم ہو جائے گی!

اس فریضہ سے تغافل اور تساہل کرنے والے انسان کے ایمان کو نبی علیہ السلام نے ضعف اضمحلال سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رایٰ منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان!" (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد اول بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ کراچی ص ۴۳۴ ج ۲)

"امام اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، برائی کو ہاتھ سے روکنا کمالِ ایمان، زبان سے روکنا متوسط ایمان، اور دل سے بُرا جاننا ضعفِ ایمان، یہ آخری درجہ ہے۔"

اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بھی کرتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ فی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مؤمن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن ولیس وراء ذلك من

الایمان حبۃ من خردل!" (صحیح مسلم)

"یہ اللہ کریم کی سنت ہے کہ ہر نبی اپنے جاں نثاروں اور تربیت یافتہ لوگوں کی ایک جماعت چھوڑ کر جاتا ہے جو اپنے نبی کی سنت کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور اس کے فرامین کی اقتداء کرتے ہیں۔ بعد ازیں ایسا پر فتن دور آجاتا ہے کہ نبی کے اسوۂ حسنہ سے دُور ہو جاتے ہیں اور ان کے قول و فعل میں تضاد واقع ہو جاتا ہے۔ پس جس شخص نے قیامِ حق و سنت کی خاطر ہاتھ سے کام لیا وُہ بھی مومن، جس نے زبان سے کام لیا وُہ بھی مومن، جس نے دل سے بیزاری کی وُہ بھی مومن ہے مگر اس درجہ کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔"

امام غزالی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین و اسلام کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اللہ کریم نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اگر اس رکن کو ترک کر دیا جائے تو نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ تفرقہ بین المسلمین لازم آنے گی، ضلالت و جہالت عالمگیر ہو جائیگی، آبادیاں خراب اور مخلوق تباہ ہو جائے گی اور اس تباہی اور بربادی کی خبر محشر میں اس وقت ہو گی جب اللہ کریم کے سامنے باز پرس ہو گی۔ اس وقت ہمارا کوئی عذر مسموع نہ ہو گا۔

مزید برآں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے:

"ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروہ ولا یغیرونہ الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا" (ابن ماجہ ابوداؤد)

"اگر کوئی شخص کسی قوم میں گناہ کرتا ہے اور قوم باوجود استطاعت کے اس کو روکتی نہیں تو اللہ کریم ان کے مرنے سے قبل انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے (یعنی وُہ قوم مصائب و آلام کا شکار اس دنیا میں ہی ہو جاتی ہے۔"

ان جملہ فرامین و احادیث مقدسہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی

ہے کہ تبلیغ دین ایک بڑا اہم فریضہ ہے جو تمام امت پر فرض ہے، کوئی بھی فرد اس سے مستثنیٰ نہیں اور اس فریضہ سے تساہل و تغافل کمزوریٔ ایمان کی علامت ہے اور اس کو ترک کر دینا غضب خداوندی کو دعوت دینا ہے تو پھر اس سے اعراض کیوں؟ جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی نجات کا سبب ہے تو پھر اس سے انحراف کیوں؟

اس کی چند وجوہات ہیں جو مجھ جیسے کم علم اور ناقص العقل والفہم انسان کے ذہن میں آتی ہیں، مثلاً:

۱۔ تہذیب نو کی تربیت یافتہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی صرف علماء کرام سے مختص ہے اور یہ منصب خصوصاً انہی لوگوں کو زیبا ہے حالانکہ قرآنی خطاب ہر فرد امت کو شامل ہے، کہیں بھی تخصیص نہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ خیر القرون، سلف صالحین اور ائمہ دین کی زندگیاں منہ بولتی تصویر ہیں۔ انہوں نے بلغوا عنی ولو اٰیۃ کے تحت اس فریضہ کو کس طرح سرانجام دیا؛ تمسخر، جلا وطنی، زباں بندی اور قید و بند کی صعوبتوں کو بسر و چشم قبول کیا اور ولا یخافون لومۃ لائم کے تحت اسی کو اعزاز سعادتمندی تصور کیا اور حاکم وقت کے سامنے حق گوئی کو افضل جہاد گردانا۔ المختصر اس کارِ خیر کو علمائے کرام کے ساتھ مختص کرنا جہالت اور نادانی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر راع وھو مسئول عنہم والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنہ، والمرأۃ راعیۃ علی بیت بعلھا وولدہ وھی مسئولۃ عنہم، والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ، و کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ"

"خبردار تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے بازپرس ہوگی، امام لوگوں پر نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا، مرد سے اپنے گھر والوں کے متعلق بازپرس ہوگی، عورت سے خاوند کے گھر اور اولاد سے متعلق بازپرس ہوگی، غلام سے اپنے مالک کے مال سے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، اس لیے تم سب محافظ ہو اور تم سب سے بازپرس ہوگی۔"

پس اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظتِ دین میں لگ جائے اور اطرافِ اربعہ کے دشمنانِ اسلام کی طوفان خیز آندھیوں کا ڈٹ کا مقابلہ کرے جو کتاب و سنت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اسلام دشمن عناصر کی نشاندہی کی جا چکی ہے۔

۲۔ بعض احباب سورۃ مائدہ کی آیت:

"یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم"

سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ہمارے ایمان میں پختگی ہے تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لیے ضرر رساں نہیں ہو سکتی۔ اس آیت سے یہ استدلال بالکل ہی غلط ہے۔

کیونکہ خلیفۂ اول بلا فصل سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"یاایھا الناس انکم تقرءون ھذہ الاٰیۃ، یاایھا الذین اٰمنوا لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

ان الناس راؤا المنکر فلم یغیروہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ" (ابن ماجہ، ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۳۶)

"اے لوگو! تمہارا اس آیت سے استدلال بے جا اور غیر درست ہے کیونکہ میں نے حضرت محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جب لوگ خلاف شرع امر کو دیکھیں اور اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو ممکن ہے اللہ کریم ان کو کسی عذاب میں مبتلا کر دے"۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۶ جلد ۲)

امام نووی شرح مسلم میں زیر آیت مذکورہ رقم طراز ہیں:

"تمہیں اغیار کی ضلالت و گمراہی اس وقت تک ضرر رساں نہ ہو گی، جب تک تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرتے رہو گے اگرچہ سامع اس بات کی تعمیل نہ کرے تمہارے ذمہ اس فریضہ کی ادائیگی ہے"

۳۔ بعض احباب کا یہ بھی خیال ہے کہ جب ہم ان باتوں پر کاربند نہیں تو دوسروں کو کیسے تبلیغ کریں؟ جب ہم لوگوں کو دعوت دیں گے تو وہ ہماری برائیاں ہمارے سامنے پیش کر کے ہمیں ملزم ٹھہرائیں گے اس لیے ہم اس منصب کے اہل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ نفسِ امارہ کا صریح دھوکہ ہے کیونکہ اس فریضہ کی ادائیگی طوعًا و کرہًا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جب مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے جدوجہد کرے گا تو اس کے تمام راستے آسان ہو جائیں گے اور جن برائیوں میں وُہ خود ملوّث ہے خود بخود دُور ہو جائیں گی اور اس کے ایمان میں پختگی غایت درجہ کی ہوگی، قربِ خداوندی کی سعادت نصیب ہوگی اور وہ رحمتِ الٰہی کا خصوصی حقدار ہوگا، فرمانِ الٰہی ہے:

"والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکٰوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولٰئک سیرحمہم اللہ ان اللہ عزیز حکیم" (التوبۃ)

"مومن مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے کے ممد و معاون اور دوست ہیں بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کریم بہت جلد رحم فرماتے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے۔ (جل جلالہ وعم نوالہ)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اے علی! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ایک شخص کو بھی تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ سرخ نسل کے اونٹوں سے تیرے لیے بہتر ہے۔"

تسکینِ قلب کے لیے عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"فوالذی نفس محمد بیدہ لان یہدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم"

ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہے:

"من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ" (مسلم)

"جس نے کسی شخص کو نیکی کی دعوت دی اس کو نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔"

مزید سنیے:

"من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجر من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئا" (الحدیث)

"جس نے کسی کی رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کی تو اُس کو اتنا ہی اجر ملے گا، جتنا اس کی بات ماننے والے کو ملے گا۔ ہدایت پر گامزن ہونے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور اسی طرح جو گمراہی کی دعوت دیگا، اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس کی بات ماننے والے کو ملے گا اور ان کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی!"

محترم قارئین نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ضروری ہے، خواہ گھر کا فرد ہو یا پڑوسی ورنہ قیامت کے دن اس کی باز پرس ہوگی اور پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد جاء الحدیث قال یجیٔ الرجل یوم القیامۃ متعلقا بجارہ فیقول یارب ھذا خاننی فیقول یارب وعزتک ما خنتہ فی اھل ولا مال فیقول صدق یارب ولکنہ رانی علی معصیۃ فلم ینھنی عنھا"

"حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص اپنے پڑوسی کے دامن کو پکڑ کر اللہ کریم کے سامنے فریاد کرے گا کہ اے میرے پروردگار اس نے میری خیانت کی ہے۔ وہ کہے گا تیری عزت کی قسم، میں نے اس کے اہل و مال میں کوئی خیانت نہیں کی۔ وہ کہے گا سچ ہے مگر تو مجھے برائی کرتے ہوئے دیکھتا تھا مگر برائی سے روکتا نہیں تھا"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برائی دیکھ کر خاموش رہنا ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مثل القائم علی حدود اللہ والواقع فیھا کمثل قوم

استہموا علی سفینۃ فاصاب بعضہم اعلاھا وبعضہم اسفلہا فکان الذین فی اسفلہا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقہم فقالوا لو انا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نوذ علی من فوقنا فان یترکوھم ما ارادوا ھلکوا جمیعا وان اخذوا علی ایدیہم نجوا ونجوا جمیعا۔"

(صحیح بخاری)

"حدود اللہ پر قائم رہنے والا اور تجاوز کرنے والا دونوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنھوں نے قرعہ اندازی کے ذریعے سفینہ پر جگہ تقسیم کرلی۔ کچھ بالا خانے میں اور کچھ تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ اب جو لوگ نیچے درجے میں تھے وہ پانی کے لیے اوپر کے درجہ والوں سے گزرے، پھر کہنے لگے کیوں نہ ہم اپنے درجے (نیچے) میں سوراخ کرلیں تاکہ ہماری آمدورفت بالاخانے کے مقیموں کو تکلیف نہ دے اگر اوپر والے ان کو چھوڑیں تو سب غرق ہو جائیں گے، اگر ان کو روکیں گے تو وہ بھی اور خود بھی بچ جائیں گے"۔

مطلب واضح ہے کہ اگر ان کو اس برائی سے روکیں گے تو ضرور نجات پائیں گے، اگر نہ روکیں گے تو ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔

۴۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ دورِ حاضرہ میں علماء کرام اور مبلغین اسلام کی کوئی قدر نہیں، ہر مجلس میں ان کی تحقیر وتذلیل، تنقیص وتنقید اور تضحیک کی جاتی ہے۔ اگر ہم بھی تبلیغ کریں تو ہمارا حشر بھی وہی ہوگا جو ہم دیکھ رہے ہیں جو انتہائی درجہ کی توہین ہے۔ اور ہماری برداشت سے بھی باہر ہے۔ اس معاملہ میں عرض یہ ہے کہ محترم آپؐ کا فرمان علی الرأس والعین! مگر آپ یہ فرمائیے کہ انبیاء علیہم السلام نے اس مشن کو کس طرح اجاگر کیا؟

قرآن مجید میں ہے:

"ولقد ارسلنا من قبلك فی شیع الاولین وما یاتیہم من رسول الا کانوا به یستہزءون۔" (حجر)

"تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء کیا گیا، انھیں مجنون، دیوانہ

کہا گیا۔

اور نبی آخر الزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ آپؐ کو ساحر کہا گیا، آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکے گئے۔ آپؐ کے لیے گڑھے کھودے گئے، اطرافِ اربعہ میں دشمن کے دیار و امصار میں آپؐ خود تنہا اور بے یار و مددگار۔ نہ دنیاوی طاقت نہ کوئی ہم خیال، وُہ مال و دولت سے پُر، آپؐ مفلس و نادار اور قوم کی حالت الامان والحفیظ مگر دُنیا تے کفر کے سامنے آپؐ نے اپنا مطمعِ نظر اور مقصودِ اصلی اس طرح پیش کیا کہ:

"تعالوا الی کلمۃ سواء بیلنتا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ" الخ (آل عمران)

"اے اہل کتاب آؤ ہمارے اور تمہارے سامنے ایک بات مشترک ہے کہ معبودانِ باطل کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کریم کی عبادت کریں اور اپنے آباء و اجداد کی پیروی سے گریز کریں اور اغیار کے تمام بندھنوں کو توڑ کر ایک ہی نظامِ عمل قائم کریں اور اس کو بسر و چشم قبول کر کے دوسری طرف التفات بھی نہ کریں۔"

فرمانِ الٰہی ہے:

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء" (اعراف)

"اتباع کرو جو تمہارے ہاں اللہ کریم کی طرف سے آئی ہے، اور خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی اتباع نہ کرنا!"

المختصر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وُہ کسی اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں اغیار تو بالکل ہی بیگانے تھے، اپنے بھی بیگانے ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کو ایسے سنگین حالات میں حکم ہوا:

"فاستقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم"

اگر موجودہ وجوہات کی بنا کر مسلمان فریضۂ تبلیغ سے کنارہ کرے تو یہ اس کے لیے زیبا نہیں۔ کیونکہ جو دعوائے محبت میں سرشار ہے وُہ اسوۂ حسنہ کا بھی پابند ہے۔ جب وُہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضہ کو سرانجام دیا، وُہ بھی بعینہٖ عمل کرے تاکہ "المرء مع من احب و انت مع من احببت" پر تنظر ثانی ہو جائے۔

محترم قارئین، آخر میں مختصراً چند باتیں ذہن نشین فرمالیں تاکہ ندامت سے بچ جائیں۔

۱۔ ہر داعی الی الحق دعوت و تبلیغ کا کام خالصۃً اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلیے کرے۔ ایسا مبلّغ تمام کائنات میں افضل ترین انسان ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

" ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال انني من المسلمين!" (حٰم سجدہ)

۲۔ مبلغ اپنے علم کے مطابق لوگوں کو دعوت دے اور جن مسائل سے خود ناواقف ہو اُن کا بیان کرنا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ حضرت محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے یہ اعلان کرایا گیا:

" قل هذه سبيلي ادعوا الی اللہ علی بصيره" (یوسف)

میں" اللہ کریم کی طرف علیٰ وجہ البصیرت دعوت دیتا ہوں، یہی میرا راستہ ہے"

داعی الی الحق کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کام کی طرف لوگوں کو دعوت دے جس سے بصیرت حاصل ہو چکی ہو نیز مسائل کا استنباط بھی کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تعاملِ صحابہؓ سے کرے۔

۳۔ داعی الی الحق کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے:

" لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون!"

"ایسی بات کہنے سے گریز کرو جس پر تم خود عمل پیرا نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت بیزار ہوتا ہے!"

حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" رأيت ليلة اسرى بي رجالا تقرض شفاههم بمقاريض

من نار قلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء خطباء امتک یامرون الناس بالبر وینسون انفسہم" (رواہ فی شرح السنۃ والبیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ ص ۴۳۸)

"معراج کی رات میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبریلؑ سے دریافت کیا تو جبریل نے جواباً کہا:
"یہ آپؐ کی امت کے خطیب ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد تھا، لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے" ؎

لاتنہی عن خلق فتاتی مثلہ ذالک عار علیک اذا فعلت عظیم

اور حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص جہنم میں پھینکا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ ان کے ارد گرد گھومے گا جیسا کہ گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر جہنمی لوگ کہیں گے کہ اے فلاں۔
"تجھے کیا ہوا، تو بڑا پارسا ہوتا تھا، نیکی کا حکم کرتا اور برائی سے منع کرتا تھا"
تو وہ جواباً کہے گا کہ افسوس میں نیکی کی دعوت دیتا تھا مگر خود عمل نہیں کرتا تھا، برائی سے روکتا تھا مگر خود برائی میں ملوث تھا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک!

۴۔ داعی الی الحق مسلم و بردباری سے کام لے۔ تبلیغ کے لیے حلیم الطبع، رقیق القلب، فراخ دل ہونا ضروری ہے۔ جلد بازی، ریا کاری سے پورا پورا اجتناب کرے ورنہ حبط اعمال کا اندیشہ ہے۔ بات میں نرمی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:
"ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولک" (آل عمران)
اور حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا تھا کہ جب فرعون کے پاس جائیں تو اس کے ساتھ نرمی سے بات کریں:
فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشٰی" (طٰہٰ)

برادرانِ عزیز! آپ ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تبلیغ کریں، ان شاء اللہ مسلمانوں کی پریشانی اور پستی کا نشان تک بھی باقی نہ رہے گا، اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے ؎

عزیز اسلام کی تبلیغ کا جذبہ عبادت ہے مسلماں کے لیے یہ دو جہانوں کی سعادت ہے

صمیم قلب سے دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں نیکی کی توفیق ارزانی فرمائے اور اپنے مخلص بندوں سے کرے اور ہمارا حشر بھی زمرۂ صالحین سے فرمائے
آمین یا رب العالمین